شجاعت کا استعارہ، حرف وسُخن کا وارث

ڈاکٹر محمد خاں اشرؔف (ستارۂ جرأت)

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Dr. Samina Nadeem

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt. Post Graduate College For Women, Gulberg, Lahore.

Abstract:

Many a scholars, poet and creative writers have been associated with Pakistan Army and served it in many arms and services in different capacities. Prof Dr. Muhammad Khan Ashraf is one of them who served in Baloch Regiment of Pakistan Army. He fought in defence of the motherland, was severely wounded in action and was decorated with Sitara-e-Jurat for his valour and bravery. After retirement he joined Education Department Govt of the Punjab. He is known as critic, teacher, historian and a poet. In this article Dr Samina Nadeem evaluates his poetry. she points out that his poetry countains the traditional subject of Romanticism as well as the new realities and trends. She has discussed in detail the important and particular subjects of his poetry.

میجر ڈاکٹر محمد خاں اشرؔف ستارۂ جرأت اپنے اصل نام محمد خاں سے کم اور ڈاکٹر اشرؔف کے نام سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں ۸ نومبر ۱۹۴۱ء کو گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اُردو کرنے کے بعد کچھ عرصہ بطور لیکچرر پڑھایا پھر فوج میں شمولیت اختیار کی پاکستان ملٹری اکیڈمی میں Best All Round Cadet کا اعزاز اور آرٹلری میڈل حاصل کیا دیگر ایوارڈ بھی لیے تربیت کے بعد بلوچ رجمنٹ کا انتخاب کیا جو اب بھی پاکستان کی سب سے اعزاز یافتہ بٹالین ہے جس میں میجر محمد خاں اشرؔف ستارۂ جرأت بھی شامل ہیں۔

میجر ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی شخصیت کا یہ جلالی پہلو ان کے جمالِ سخن کو کم نہ کر سکا اور وہ دونوں کے ساتھ کارزارِ حیات میں مصروفِ عمل رہے فوج کی ملازمت کے دوران آزاد کشمیر اور وادیٔ لیپا میں پی ایچ ڈی کا آغاز بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے کیا اور ۱۹۹۱ء میں تحقیقی مقالے ''اُردو تنقید کا رومانوی دبستان'' پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ ''درد کا سورج''، ''مداوا'' اور ''شاخ

آ ہو'، محمد خاں اشرف کی شعری تخلیقات ہیں جہاں غزل کے روایتی رنگ کے ساتھ جدید نظم کا انداز بھی موجود ہے۔ ذاتی تجربات و مشاہدات کے ساتھ اردگرد کا ماحول اور شعری روایت تخلیقِ شعر میں شعرا کو خام مواد مہیا کرتے ہیں محمد خاں اشرف نے بھی ذہین فنکار کی طرح خارجی مواد میں اپنے داخلی جذبات واحساسات کو شامل کیا ہے:

زندگی قہر ہے ، جیتا ہوں ، غزل کہتا ہوں　　درد اک زہر ہے پیتا ہوں غزل کہتا ہوں(۱)

☆

کہاں لٹایا زرِمحبت، کہاں گنوائی متاعِ الفت　　حیات کے سفرِ رایئگاں میں نہ نقدِ صورت نہ نقدِ سیرت(۲)

☆

تحفۂ عمرِ گراں اشرف ملا ہے بہرا پن　　رعدِ اسرافیل ہے گزرے ہوئے برسوں کی چاپ(۳)

یہ شعری تصاویر براہ راست زندگی سے جڑی ہیں انسانی نفسیات کے کئی زاویے ان میں دیکھے جاسکتے ہیں ڈاکٹر حنیف فوق کی رائے میں:

''جہاں تخلیقی شعور اپنے ماحول اور انسانی زندگی کے تقاضوں سے زندہ رابطہ قائم رکھتا ہے وہاں وہ بوسیدہ روایات کی نفی کرتے ہوئے ایسے نئے وسائل اظہار تلاش کرتا ہے کہ تخلیق کا ہر لفظ دھڑکتی ہوئی زندگی کا اشارا بننے کے ساتھ ساتھ انسانی خوابوں، امنگوں، اور آرزوؤں کا ترجمان بن جاتا ہے۔''(۴)

دراصل بیسویں صدی کے سائنٹیفک اندازِ نظر اور بدلتے ہوئے عصری رجحانات نے شعراء کو حساس بنادیا جس سے اہلِ قلم کی سوچ اور فکر کے نئے در وا ہوئے:

کیسے سادہ ہو تحفظ کی توقع ان سے　　جو کہ شہروں کو کفِ خاک بنادیتے ہیں(۵)

☆

قوم مذہب، نسل ورنگت ، ملک وملت، علم وفن　　زندگی میں ان کھلونوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا (۶)

☆

اپنے ہی ورثہ کی چھوڑی پھر وہی جنت ملی　　زندگی بھر کی مشقت کا صلہ کچھ بھی نہ تھا (۷)

☆

یہ حقیقت ہے کہ انسان آدمی کہلائے ہے　　یہ قباحت آدمی انسان نہ ہونے پائے ہے (۸)

شاعر کی یہ سوچ اُس کا معاشرتی سطح پر ادراک ہے جو قاری کو عصرِ حاضر کے باطن کی کچھ جھلکیاں دکھا رہا ہے یہاں سماجی حوالے سے فکر ونظر کے کئی زاویے تہذیبی منطقے اور محسوسات کی سطح پر کچھ عوامل کو سمجھا جا سکتا ہے۔ زندگی کے اس احساسِ رایئگانی کے ساتھ ان کے ہاں فرد کی اہمیت بھی موجود ہے اُس کی آزادی اور قوت وہمت کے داعی نظر آتے ہیں۔

رواں رہی ہے زمانے میں زندگی کی رو　　طلوعِ ازل سے آدم یہاں رہا غالب(۹)

☆

تخلیق کی تولید کا حاصل ہے مقدر　　داخل ہے مگر اس میں ارادہ بھی ہمارا(۱۰)

یہ خیالات نہ صرف شاعری بلکہ محمد خاں اشرف کے تنقیدی نظریات میں بھی ملتے ہیں لکھتے ہیں:

''سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ تخلیقی عمل انفرادی ہوتا ہے یعنی ایک فرد ذات کے اندر وجود میں

آتا ہے یہ ایسا عمل ہے جس کا سرچشمہ ہمیشہ فرد کی ذات ہے۔۔۔۔ یہ بدلتی حقیقت انسانی تاریخ میں فرد کی اہمیت، اس کی انفرادی آزادی، اس کے بے مثال وجود اور اس فرد کو آزاد رکھنے کی ناقابل تردید دلیل ہے تمام انسانی تہذیب وتمدن اصل میں فرد کی اس آزادی کا مرہونِ منت ہے کہ فرد آزاد پیدا ہوا ہے وہ یکتا و بے مثال ہے اور اسے آزاد ہی رہنا چاہیے۔‘‘(۱۱)

غزل میں یہی خیال دیکھیے:

مذہب ،سماج ، دہر کے قانون ، سلطنت پابند جبر فرد کی فطرت نہ ہوسکی(۱۲)

محمد خاں اشرف کی شاعری خصوصاً غزل میں ایک حُزنیہ لے بھی ہمیں سنائی دیتی ہے جہاں سماج اور عصری حالات سے کبھی کوئی مایوس صدا بھی بلند ہوتی ہے اشعار میں عہد موجود کی بے حسی اور اضطراب بھی دیکھیے:

رات آئی اور درد کا سورج اک نیزے پر آن ٹکا دکھ کی دھوپ سے ہر شے سلگی یادوں کے کاشانے میں (۱۳)

☆

تم کیا جانو، تم کیا سمجھو، پیار کے دکھ سنسار کی باتیں میں اس سُولی پر لٹکا میں نے یہ پھانسی پائی ہے(۱۴)

یہاں ڈاکٹر محمد حسن کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے:

’’موجودہ صورت حال سماجی تبدیلی کی زبردست خواہش کو ایک واضح سمت دینے کے سلسلے میں 1936ء ہی کی ہے موجودہ رومانی اضطراب اور سماجی تبدیلی کی خواہش کو پھر حقیقت نگاری اور سائنٹیفک بنیاد پر استوار کرنے کا سوال درپیش ہے اور نئی ترقی پسندی کے سارے امکانات اور پیچیدگیوں کو پرکھنے اور پہچاننے کی ضرورت ہے جس کے بغیر ادب عصر حاضر کا عکاس اور اس کا رہبر نہیں بن سکتا۔‘‘(۱۵)

غزل میں عصر حاضر کی عکاسی ور ہبری کا انداز ملاحظہ ہو:

دیر و حرم میں بت ہیں تو ہر بزم میں صنم خود کو خدا سمجھتا ہے جو بھی بشر ملا(۱۶)

☆

عجیب وضع کے اس زندگی کے میلے ہیں کہ شور و شر ہے بہت، سب مگر اکیلے ہیں(۱۷)

☆

مجھ کو شہروں کی فضا اب راس آتی جائے ہے اینٹ پتھر کے شجر، فولاد و شیشہ آب دار(۱۸)

محمد خان اشرف کی شاعری میں رومانوی انداز جدت اور تازگی لیے ہوئے ہے وہ عمرِ رفتہ کو آواز دیتے نظر آتے ہیں ان کی تمنائیں زندہ اور دل جوان و باحوصلہ ہے جہاں محبوب کی یادیں زیست کی تاریک راہوں میں چراغاں کیے رکھتی ہیں وہ ساتھ ہو تو ہر راہ خوشگوار و پر بہار ہے پھر یادیں ماضی کا حصہ بن کر حال کو سجائے رکھتی ہیں محمد حسین آزاد نے لکھا تھا:

’’شاعر کو ایک نسبت عالم بالا سے ہے کہ بے وساطت اور بے اسباب ظاہری کے ادھر سے اپنا سلسلہ جاری کرتا ہے فی الحقیقت شعر ایک پرتو روح القدس کا، فیضان رحمت الٰہی کا ہے کہ اہل دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے۔‘‘(۱۹)

اب ایک صاحب دل کی طبیعت پر یہ نزول ملاحظہ ہو:

سارے منظر ترے انداز کے پس منظر تھے پھول تھے، چاند تھا، گلشن تھے کہ اختر جاناں
تجھ کو دیکھوں تیرے ملبوس کی رنگت دیکھوں نقش مانی سر گلزار سراسر جاناں!!!(۲۰)

☆

تمھارے ساتھ ہی جاتی رہی ضیائے حیات پھر اس کے بعد مرے گھر میں روشنی نہ رہی(۲۱)

☆

مرے مسیحا! ترے نقش چارہ ساز کی خیر کہ میرے زخم گریباں کو سی دیا تو نے
مگر تمھیں کیا ہو اس درد جاں گداز کی خبر جو آج بھولے سے اس دل کو دے دیا تو نے(۲۲)

محمد خان اشرف کے ہاں فطرت اور قدرتی مناظر کا بیان بھی ملتا ہے قطعات اور نظموں میں بھی ماضی کی بازیافت کی ہے لیکن ان سب کے سرے صرف ایک ہستی سے جڑے ہیں جو انھیں بہت محبوب ہے:

پھول سا شخص مہکتا ہے جو شبّو کی طرح اک ذرا چھولوں، بکھر جاتا ہے خوشبو کی طرح
عمر کے گہرے اندھیروں میں چراغاں کی بہار میری آنکھوں میں چمکتا جاتا ہے جگنو کی طرح
مرے دن رات مری عمر بسر کرتا ہے بیٹھا رہتا ہے مری ذات میں پہلو کی طرح(۲۳)

راجندر سنگھ بیدی نے لکھا تھا:

''زندگی کے حسین لمحے وہی ہوتے ہیں جب باہر طوفان ہوں، حالات ناموافق ہوں لیکن محبت کرنے والے دل ان سب باتوں سے بے خبر اپنی ننھی سی دنیا میں مگن ہوں۔''(۲۴)

محمد خان اشرف کے تینوں شعری مجموعوں میں محبت بھرے دل اپنی دنیا میں مگن دکھائی دیتے ہیں بقول عطاالحق قاسمی:

''محمد خان اشرف کی شاعری شاعری کی ایک اہم گم شدہ کڑی کی بازیافت کا نام ہے یہ گم شدہ کڑی محبت کے اس کومل جذبے سے عبارت ہے جس کی کوکھ سے ہجر و وصال کے نغمے پھوٹتے ہیں۔''(۲۵)

عارف عبدالمتین نے بھی ان کی شاعری کے رومانوی انداز کو سراہا ہے:

''محمد خان اشرف شاعری کی قلم رو میں اس اعتبار سے منفرد نظر آتے ہیں کہ وہ تلوار کو ایک ایسی شاخ میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتے ہیں جو اپنی حدود واثر تک لطیف خوشبوئیں بکھیرتی ہے اور اپنے زیر سایہ آنے والوں پر خوش رنگ پتیاں نچھاور کرتی ہے۔''(۲۶)

یہ بات جناب عارف عبدالمتین نے محمد خان اشرف کے اولین شعری مجموعے ''درد کا سورج'' کے حوالے سے کہی تھی کئی دہائیاں گزرنے کے بعد ان کا دوسرا مجموعہ کلام ۲۰۰۹ء میں منظر عام پر آیا تو یہ رائے کتنی صادق ہے آپ بھی دیکھیے:

رنگ، خوشبو، لمس، لذت سے بھرے ہونٹوں کے نام روح میں شعلہ و شبنم بن گئے گیتوں کے نام(۲۷)

☆

ان گل رخوں کے واسطے مرتے ہیں ہم جناب جو زندگی کا روپ ہیں اور ڈال پات بھی(۲۸)

☆

بہم تخلیق کرتے گر کہانی پیار کی جاناں طوالت چاہتے جو داستانی وہ بھی دے دیتے(۲۹)

☆

رفاقت نے تری کانٹے چنے جیون کی راہوں سے محبت نے تری آساں کیا جینے کی منزل کو(۳۰)
☆
اپنے دل کے سب منظر ترے حسن سے روشن میری زندگانی میں سب جمال تیرا ہے(۳۱)

محمد خاں اشرف کی شاعری میں رومانوی اور حزنیہ لے کے ساتھ تغیرّ، تبدّل اختلاف اور تفریق کا موضوع نمایاں ہے کیونکہ بقول رشید احمد صدیقی:

''انیسویں صدی میں غزل اور غزل گویوں کا مقابلہ غزل اور غزل ہی سے تھا بیسویں صدی میں دونوں کا مقابلہ زندگی، زمانہ اور ذہن کے سیل بے اماں سے رہا۔''(۳۲)

''مداوا'' کی غزلیات میں صرف زلف و رخ کی کہانی نہیں سنائی گئی بلکہ زندگی اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ دوڑتی ہے محض رسمی و رواجی موضوعات کی بجائے غزل دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہے کہیں اردو کی کلاسیکی غزل کی باز یافت ہے تو کہیں عہد حاضر کے فکری عناصر نظر آتے ہیں یہ غزل جدید ذہنی کیفیات کی پیداوار ہے نئے ساز ہیں نئے سر ہیں:

جو دل میں تھا وہ حرف زباں ہو کے آ گیا تفریق کے عمل کا نشاں ہو کے آ گیا(۳۳)
☆
مری ہستی میں ہے مضمر سواد مقصد اولیٰ بچالوں تخم کو یا آج کھالوں اپنے حاصل کو(۳۴)
☆
تو مرے ہونے سے ہے میں تجھ سے ہوں فرق ہی اس وصل کا احوال ہے(۳۵)

محمد خان اشرف کی شاعری میں یہ موضوع ہمیں کئی مواقع پر نظر آتا ہے غزلیہ اشعار میں تو کئی بار اس کی تکرار بھی محسوس ہوتی ہے اسی بناء پر ڈاکٹر اے۔ بی اشرف نے لکھا ہے:

''اشرف کے یہاں تغیر اختلاف، تفریق اور تبدل کے حوالے اس تسلسل اور کثرت سے آئے ہیں کہ لگتا ہے زندگی کے بارے میں ان کا نظریہ ''اختلاف'' ہی پر قائم ہے گویا یہ فلسفہ ان کی شاعری کا مرکز (Nucleus) بن جاتا ہے۔''(۳۶)

اس رائے کے اثبات میں یہ اشعار دیکھئے:

ترتیب تو دھوکہ ہے مناظر کا بظاہر یہ نظم ہے دراصل تفرقات سے قائم(۳۷)
☆
تفریق ہی بنیاد ہے اثبات کی اشرف عالم ہے اسی فرقت اثبات سے قائم(۳۸)

ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی شاعری کا تجزیہ نظم گوئی کے حوالے سے کریں تو اولین شعری مجموعے ''درد کا سورج'' میں چند نظمیں ملتی ہیں اس کے بعد ''شاخ آہو'' نظموں کا مجموعہ ہے جس میں ''مداوا'' ایک خوبصورت اور بامعانی نظم ہے جو ان کے مجموعۂ غزلیات کا نام بھی ہے:

وقت کے فاصلے بھی کیا ہیں جو نہ کٹ سکے ہیں نہ کٹ سکیں گے
چلے ہے صدیوں سے اس کی راہ پر یہ ابن آدم ہے پھر بھی ماندہ
کہ ہر قدم وقت کا خسارہ کہ ہر گھڑی لمحہ لمحہ کم ہے

ازل کی تشبیب سے چلا ہے یہ سلسلہ روز و شب کا یوں ہی
اسی کشاکش میں قرن بیتے اسی جہد میں کٹی ہیں صدیاں(۳۹)

ڈاکٹر اے بی اشرف کی رائے میں ''مداوا'' ایک خوبصورت نظم ہے جس میں انسان کی بے بسی دکھائی دیتی ہے کہ جب وہ وجود میں آیا مسلسل قرن ہا قرن سے ایک لمحے کو اپنے بس میں کرنے کے لیے کوشاں رہا ریاضتیں بھی کیں خاک ریزیاں بھی، اسی کشاکش میں اور اس جدوجہد میں صدیاں بیتیں ہزاروں نسلیں گزر گئیں لیکن وہ اپنی شب ظلمت کو سحر کر نہ سکا۔''(۴۰)

''شاخ آہو'' کی نظمیں انسان، وقت اور عشق ومحبت کے دائرے میں سفر کرتی ہیں اور زندگی کے یہ تین اہم موضوعات ہیں حیات انسانی کے افکار جو بالعموم شعراء کا موضوع رہے ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں وقت کا جبر ہو یا عشق کی بلا خیزیاں زیست کا قافلہ بہرحال آگے بڑھتا ہے:

اپنا پن دوسروں سے بنتا ہے نور بھی دھندلکوں سے بنتا ہے
غلطیاں آدمی سے ہوتی ہیں آدمی غلطیوں سے بنتا ہے(۴۱)

نظم ''پرستش''، تری ہستی سے لفظ سارے، رفاقت اور یاد میں بنیادی حوالہ محبت ہے جو کائنات کی روح اور اصل ہے:

ہاں مگر محبت میں خاکِ راہ کے ذرے بھی
جگنوؤں سے روشن تر خشک بے سر و ساماں
دوشِ باد پر پتے تتلیوں سے رنگین تر
پیار کی رفاقت ہی راہ کی مسافت کو
خوشگوار کرتی ہے
منزلوں کی ویرانی نوبہار کرتی ہے(۴۲)

محمد خاں اشرف کی نظموں میں استفہامیہ انداز ہر حساس تخلیق کار کی طرح قاری کے لیے سوچ کے نئے در وا کر دیتا ہے جہاں وہ فکر کے نئے دریچوں سے جھانکتا ہے شاعر کا مخاطب خواہ محبوب ہو یا خدا وہ اپنے اظہار میں مہارت دکھا رہا ہے:

خدائے واحد تو نور انور
جو تو جہاں میں ہر ایک سُو ہے
تو پھر اندھیرا کہیں بھی کیوں ہے؟
خدائے واحد تو خیر برتر
جو تو جہاں میں ہر اک جگہ ہے
تو شر کی دنیا میں کیا جگہ ہے؟ (۴۳)

نظموں کا سادہ اور بیانیہ انداز جذبے اور تاثر کا اظہار ہے محبوب سے جڑی کئی جزئیات اور کیفیات ہیں بقول ڈاکٹر تبسم کاشمیری:

''شاخ آہو'' میں رومانس اور جذبے کی سرگرمی سے پیدا ہونے والی تمثالوں میں حسی

کیفیات کے تجربے اور ان تجربوں سے بننے والے مناظر میں شاعر کی دنیا آباد ہے۔۔۔۔
اس نے اپنے عہد کی روایات سے ہٹ کر اپنے انفرادی شعری جوہر سے شاعری کی ہے اور
یہی اس کا کمال ہے۔'' (۴۴)

نظم ''انتظار'' کی کیفیت دیکھیے:

واہ اس سادگی کے کیا کہنے آپ پر اعتبار کرتا ہے!
کوئی اچھی نہیں ہے اس میں بات بس کہ اک تم سے پیار کرتا ہے (۴۵)

انتظار کی پُر تاثیر کیفیت ان کی پنجابی نظموں میں بھی نظر آتی ہے جو اس مجموعے میں موجود ہیں پنجابی کی ان دس نظموں کا موضوع بھی محبت ہے جہاں شاعر نے بہت بے ساختگی سے اپنے جذبوں کو برملا پیش کیا ہے۔ بے باکی اور بے ساختگی پنجابی شاعری کا خاص وصف ہے:

سُچے صاف محبتاں والے ، دل دیا دے تاری
بوہے کھول کے رکھنا سجنی آوے راج سواری
رانا جی اک عمر گوائی لڑ دے بھڑ دے مَردے
ہن کجھ موقع پیار نوں دیوو ، ہن کجھ برتو یاری (۴۶)

پنجابی نظم ''نئی مسیت'' اور ''کلا'' میں عصر حاضر کی تلخی کھُلی نظر آتی ہے محمد خاں اشرف نے اُردو نظم کے اس مجموعے میں نہ صرف پنجابی نظموں کو شاملِ کتاب کیا بلکہ اُردو تراجم بھی موجود ہیں۔ ترجمے سے انھیں خاص لگاؤ ہے۔ جی سی یو لاہور میں سُوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی کے انچارج رہے اور کئی شاندار تراجم کیے ''شاخِ آہو'' میں ڈیرک والکوٹ کے مختصر تعارف کے ساتھ اس کی چند نظموں کا ترجمہ کیا ہے جس میں ''شہر آشوب''، ''ایک سلطنت کے زوال پر دو نظمیں''، ''بندرگاہ''، ''نئی دنیا'' شامل ہیں اس کے بعد جاپان کے مشرقی علاقوں کے گیت تین از رماتائیں/ تنکائیں شامل ہیں مثلاً:

لڑکی جس کے گالوں سے رنگ اڑائیں گل بہار
کھڑی ہے گھر کے لوگوں میں ہنسی ہے اس کے ہونٹوں میں
خواب ہیں اس کی آنکھوں میں

آخر میں ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی مشہور زمانہ نظم The Waste Land کے جُزو دوم کا اُردو ترجمہ ''شطرنج کی ایک بازی'' کے عنوان سے شاملِ کتاب ہے۔ تعارف میں شاعر نے وضاحت کی ہے کہ:

''اس ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ محض موضوع ہی نہیں، ہئیت اور دیگر شعریاتی طریقوں کو
بھی اُردو میں منتقل کیا جائے لہذا بحر کی تبدیلی اور اسلوب کی تبدیلی کو بھی اُردو میں منتقل کرنے
کی کوشش کی گئی ہے۔'' (۴۷)

ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی نظم کا منظوم ترجمہ ایک بہترین کاوش ہے جس میں اصل متن کے قریب ترین رہ کر شاعر کے احساسات کو اُردو زبان میں منتقل کیا ہے شعری ترجمہ آسان عمل نہیں ہے اس میں کئی مسائل ہیں کئی باریکیاں ہیں جنہیں عبور کر کے

ہمارے سامنے Waste Land کا ترجمہ تخلیقی مہارت کے ساتھ سامنے آیا ہے ایک بند دیکھئیے :

میں سوچتا ہوں ہم ہیں کوئے مور و ملخ میں
مردے بھی کھو چکے ہیں جہاں اپنی ہڈیاں!
یہ شور کیا ہے؟ شاید ہوا نے بجائے پٹ
یہ شور پھر ہوا! ہوا کر رہی ہے کیا
کچھ بھی نہیں ہے ، کچھ بھی نہیں ، کوئی بھی نہیں !(۴۸)

ڈاکٹر محمد خاں اشرؔف کی شاعری کا بحثیت مجموعی تجزیہ کریں تو غزل ہو یا نظم، پنجابی شاعری ہو یا شعری تراجم ڈاکٹر صاحب نے نہایت سادگی اور آسانی سے اپنے احساسات کو قلم بند کیا ہے حُسن بیان کے لیے تشبیہ واستعارہ کا استعمال فطری انداز میں ہوا ہے سید عابد علی عابد نے لکھا ہے:

> ’’تشبیہ اور استعارہ ابلاغ اور اظہار کے وسیلے ہیں جہاں خیالات دقیق ولطیف ہوں گے واردات پیچیدہ ہوگی، کوائف پراسرار ہونگے فنکار کوشش کرے گا کہ مجاز سے کام لے کر اور تشبیہ واستعارہ برت کر لطیف کیفیات و واردات کے وہ پہلو اور دلاتیں سننے والے تک پہنچادے جن کے اظہار کا کوئی طریقہ نظر آتا ہے۔‘‘(۴۹)

لطیف کیفیات وواردات کے اظہار میں تشبیہ اور استعارہ کے رنگ دیکھیے :

مری راتوں کے اندھیروں میں میری راحت جاں ۔۔۔ تو کسی صبح درخشاں کی طرح آئی ہے
اپنے آنچل میں گل و لالہ و شبنم لے کر ۔۔۔ اپنے دامن میں ستاروں کو سجالائی ہے(۵۰)

☆

چمکتی دھوپ میں رنگین سنہرے پھول او ول میں ۔۔۔ ہر اک جانب نظر آتے ہیں چلتے پھول اوول میں(۵۱)

یہاں تخیل کی رنگ آمیزی اور تشبیہات واستعارات کی تزئین وآراستگی نے تجربے کو تازگی اور انداز بیان کو شگفتگی بخش دی ہے جس سے اشعار کا مجموعی تاثر موثر اور دیرپا ہوگیا ہے۔ڈاکٹر محمد اشرف خاں نے اپنے احساسات کو شعر کی زبان دے کر محفوظ کردیا تا کہ شائقین ادب ان سے محظوظ ہوتے رہیں ان کے سپاہیانہ کارناموں کے ساتھ ان کا نام اردو ادب میں بطور نقاد، شاعر اور مدوّن کے شامل رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، میں:۵۰
۲۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۵۲
۳۔ ایضاً، ص:۵۱
۴۔ حنیف فوق، ڈاکٹر، متوازی نقوش، کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع اول، اگست ۱۹۸۹ء، ص:۲۴۔۲۲۳

۵۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۹۲
۶۔ ایضاً، ص:۴۲
۷۔ ایضاً، ص:۴۳
۸۔ ایضاً، ص:۱۹۵
۹۔ ایضاً، ص:۵۰
۱۰۔ ایضاً، ص:۳۲
۱۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، تخلیقی عمل اور اس کی ماہیت، مشمولہ: راوی، لاہور: جی سی یو، ۲۰۱۱ء، ص:۸۱
۱۲۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۱۱۵
۱۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، ص:۲۸
۱۴۔ ایضاً، ص:۲۹
۱۵۔ محمد حسن، ڈاکٹر، سچی جدیدیت نئی ترقی پسندی، مشمولہ: راوی، لاہور: جی سی یو، ۲۰۱۰ء، ص:۱۹۴
۱۶۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، ص:۳۵
۱۷۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۹۴
۱۸۔ ایضاً، ص:۵۸
۱۹۔ آزاد، محمد حسین، نظم آزاد، مرتب: آغا باقر، لاہور: ۱۹۴۷ء، ص:۲۰
۲۰۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۱۷
۲۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، ص:۳۸
۲۲۔ ایضاً، ص:۱۰۹
۲۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۵۴
۲۴۔ راجندر سنگھ بیدی، ڈرامہ رخشندہ، مشمولہ: راوی، لاہور: جی سی یو، ۲۰۱۱ء، ص:۱۴۸
۲۵۔ عطاالحق قاسمی، مشمولہ: درد کا سورج، ص:۱۴
۲۶۔ عارف عبدالمتین، مشمولہ: درد کا سورج، ص:۱۳
۲۷۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۶۲
۲۸۔ ایضاً، ص:۱۲۲
۲۹۔ ایضاً، ص:۱۲۷
۳۰۔ ایضاً، ص:۱۰۱
۳۱۔ ایضاً، ص:۱۶۲
۳۲۔ رشید احمد صدیقی، غزل، غالب اور حسرت، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص:۱۱۵

۳۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۶۹

۳۴۔ ایضاً، ص:۲۴

۳۵۔ ایضاً، ص:۱۰۰

۳۶۔ ایضاً، ص:۱۸۱

۳۷۔ اے۔ بی اشرف، مجلّہ اقبال، لاہور: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۹ء، ص:۱۳

۳۸۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، ص:۶۴

۳۹۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، شاخ آہو، ص:۴۱۔۴۰

۴۰۔ اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ: ایک تعارف، مشمولہ: شاخ آہو، ص:۲۱۔۲۰

۴۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، شاخ آہو، ص:۱۱۲

۴۲۔ ایضاً، ص:۹۸۔۹۷

۴۳۔ ایضاً، ص:۳۶

۴۴۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، شاخ آہو، بیک فلیپ

۴۵۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، شاخ آہو، ص:۱۰۳

۴۶۔ ایضاً، ص:۱۹۹، ۱۲۰

۴۷۔ ایضاً، ص:۱۴۷

۴۸۔ ایضاً، ص:۱۵۸

۴۹۔ عابد علی عابد، سید، شعر اقبال، لاہور: بزم اقبال، طبع دوم، جون ۱۹۷۷ء، ص:۳۷۵

۵۰۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، ص:۸۶

۵۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، شاخ آہو، ص:۱۱۰

☆......☆......☆